

جمهوریت در اصل ہے کیا؟

جمهوریت بالآخر ہے کیا! اسکی انوی تعریف سے درگز رکرتے ہوئے اس نظام کی جو ہری روحی طرف دیکھا جائے تو معاملات سمجھ میں آجاتے ہیں۔ جمهوریت کی عمر کتنے سو سال ہے۔ یہ کن کن مراحل سے گزر کروقت کی بھٹی میں پختہ ہوئی۔ یہ سب کچھ اہم ضرور ہے مگر اہم ترین نہیں۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے کہ ہمارے جیسے تیری یا شائد پتوحی دنیا کے ملک کیلئے جمهوریت صرف اور صرف ایک نعروہ ہے جسکی آڑ میں خوفناک ترین مالی مفاد کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔ ایک ایسا شغل جو قوم کی ہڈیوں سے گودا بھی چوس ڈالتا ہے۔ مگر سوال مکمل طور پر برقرار ہے کہ جمهوریت ہے کیا؟

چیلے ایکشن کے ذریعے ووٹ لینے سے اسکا ایک اہم ترین جزو مکمل ہو جاتا ہے۔ مگر تھوڑا سا رُک کر سوچیے۔ کیا ایکشن میں ووٹ ڈالنے اور بیلٹ بکس طاقت کے زور پر بھرنے میں فرق نہیں ہے؟ کیا ووٹ کی طاقت اگرچھین لی جائے تو اس نظام کو کیا نام دیا جائیگا۔ کہلانے گا تو وہ ڈیموکریسی ہی، اجزہے ہوئے چمن کی طرح جہاں ہر پھول رنگ و بو کے بغیر ہے۔ ہمارے ملک کے ساتھ بالکل یہی ہوا ہے۔ جزل ضیاء الحق کو پیپلز پارٹی کی حکومت واپس آنے میں اپنی شکست نہیں بلکہ موت نظر آتی تھی۔ مرتبے دم تک آرمی چیف کا عہدہ نہ چھوڑنے کا فیصلہ اسی ذہنی کمزوری کی دلیل تھا۔ بھٹو کا خوف اسکے ذہن پر اس طرح سوار تھا کہ آزادی اظہار، عوامی طاقت اور انسانی حقوق جیسے بلند استعارے اسکے لیے صرف لفظ تھے۔ بغیر مطلب کے انہتائی ناپسندیدہ الفاظ۔

دکھ کی بات یہ ہے کہ ضیاء الحق نے پورے سماج کو ایک خاص ساخت میں ڈھانے کی مکمل کوشش کی۔ مذہب کو اس طرح استعمال کیا گیا کہ اسکا ظاہری پہلو حد درجہ اہم ہو گیا۔ یعنی نظر آنے والی عبادات اور رسومات نے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اسلام جیسے انقلابی مذہب کے بنیادی عملی اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک Bipolar ہو گیا۔ تقریباً ہر آدمی دو ہری شخصیت کا مالک بن گیا۔ ایک وہ جو عام لوگوں یا معاشرہ میں سانس لینے کیلئے تھی اور دوسری متصاد شخصیت، کسی بھی ثبوت کے بغیر ہر طرح کے عیش و حرکات کیلئے تھی۔ منافقت کی چھتری نے پورے سماج کو اس طرح چھاؤں میں لے لیا کہ سوچ اور فکری شعور کو پست ترین سطح پر لے آیا گیا۔ بات یہاں نہیں رُکتی۔ پیپلز پارٹی کو زیر کرنے کیلئے ایسے لوگ سیاست میں لائے گئے جنکا صرف ایک نظریہ تھا۔ پیپلز پارٹی کے خلاف بعض اور نفرت۔ نام لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ ہر ایک کے علم میں ہے کہ انہتائی ادنی لوگوں کی کھیپ بنائی گئی۔ انکو مالی مفادات کا چسکا گایا اور ایکشن کو ایک کھیل بنادیا گیا۔ ایسا کھیل جسکی ڈور ضیاء الحق اور بعد ازاں اسکے ساتھیوں کے پاس تھی۔ آج آپ جتنے جفا دری سیاستدان دیکھ رہے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ اسی انتقامی اور انتظامی منصوبہ کی پیداوار ہیں جسے ملک میں خاص حکمت عملی سے پروان چڑھایا گیا تھا۔ 1985 کا ایکشن کتنا بڑا قومی مذاق تھا، اس پر کچھ بھی لکھنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ مگر جو لوگ گلی محلہ کے کوئی نہیں بن سکتے تھے انہیں صوبائی اور قومی سطح کا لیڈر بنادیا گیا۔ حد توجیہ ہے کہ وہ سیاسی بونے واقعی اپنے آپ کو لیڈر سمجھنے لگے۔ سیاسی کرپشن کی جودا غ بیل 1985 میں ڈالی گئی، وہ تین دہائیوں کے بعد اس ملک کو عذاب میں بٹلا کر چکی ہے۔ اس مصنوعی قیادت کا اصل روح روان ضیاء الحق

تھا۔ لہذا یہ جعلی طریقے سے مسلط سیاستدان وقت گزر نے کے ساتھ ساتھ اس شخص کے عملی خیالات کی تصویر بن گئی۔ حکومت میں رہ کرنا جائز پیسہ کمانے کو ہر طریقے سے قبول کر لیا گیا۔ معاشرے میں اس درجہ تبدیلی آگئی کہ برائی کو اچھائی اور نیکی کو بیوقوفی کا درجہ دیدیا گیا۔ ضیاء الحق کے دس بارہ برس کی "سوشل انجنینرنگ" آج تک قائم ہے۔ مضبوط ہے اور پھل پھول رہی ہے۔ ضیاء الحق کی جانشیں سیاست کا ایک اہم نکتہ یہ بھی تھا کہ پیپلز پارٹی کو کیسے خراب کرنا ہے۔ اسکی قیادت پر کیسے زندگی تنگ کرنی ہے۔ مگر اب یہ تشدید پسندانہ روایہ تحریک انصاف کے خلاف موجود ہے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ پیپلز پارٹی اپنے نئے قائد کے بوجھ تک راہ فنا پر گامزن ہے۔ سیاست میں وہ تمام کھلاڑی جو کسی نہ کسی طرح جزل ضیاء الحق کی گود میں کھیلتے رہے، بد قسمتی سے اس ملک کے مقدر کے مالک بن چکے ہیں۔ کوئی طریقہ نہیں کہ اس انتہائی ادنیٰ قیادت سے پیچھا چھڑ رہا جاسکے۔ یہ جعلی قیادت اب اصل قیادت بن چکی ہے یا بنائی جا چکی ہے۔ ان خاندانوں یا گروہوں کا طرز عمل بالکل صاف ہے۔ تمام لوگ پیسہ کے معاملے میں انتہائی پختہ کار ہیں۔ ناجائز طریقے سے دولت کمانے میں یہ گروہ اس طرح مہارت حاصل کر چکا ہے کہ اب ترکی، چین اور دیگر ممالک کے منفی لوگ انکے شاگرد ہیں۔ ضیاء الحق کی ترتیب شدہ اس کھیپ نے اپنے ملک کے علاوہ دیگر ممالک کی اشرافیہ کو ناجائز دولت کمانے پر لگا دیا ہے۔ اردوگان اور اسکے خاندان کی ہمارے ملک سے نسبت کی وجہ سو فیصد ناجائز کمیشن اور پیسے کمانے کا وہ سلسلہ ہے جسکی تاریخ مقامی سیاستدانوں سے جا ملتی ہیں۔ گزشتہ دس برس میں محترم زرداری اور انکے دوستوں نے سندھ کے معاشی نظام کے بخی اوہیڑدیے ہیں۔ سندھ کیا اور پنجاب کیا، پورا ملک ایک اقتصادی لاش بن چکا ہے۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ "جمهوریت" کے نام پر کیا گیا ہے۔ الیکشن جیتنے کے تمام گران جفادریوں کے پاس ہیں۔ ووٹ خریدنے کیلئے دولت بھر پور طریقے سے خرچ سکتے ہیں۔ لہذا ہماری مقامی جمهوریت انکی جیب میں ہے۔

مگر میرا بتدائی سوال ابھی تک برقرار رہے۔ ووٹ ڈالنے والے حصہ پتوڑی سی گزارشات پیش کی۔ مگر کیا بے لاگ احتساب جمہوری نظام کا مرکزی نکتہ نہیں ہے۔ کیا سچ بولنا، سرکاری وسائل کی حفاظت کرنا جمہوریت کا خاصہ نہیں ہے۔ کیا جمہوریت کسی بھی شخص یا گروہ کو اجازت دیتی ہے کہ ووٹ کی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد ملک کے معاشی نظام کو صرف اور صرف اپنے فائدے کیلئے استعمال کرے۔ مگر ہمارے ملک میں یہ سب کچھ ہوا ہے۔ ضیاء الحق کے بالکلوں نے وہی فارمولہ استعمال کیا کہ ہر نظام کی ظاہری ساخت برقرار رہے مگر اندر سے داؤ لگانے کے تمام لوازمات بدرجہ آخر موجود ہوں۔ واویلہ اچھی اچھی باتوں کا ہو۔ مگر اصل کام صرف اور صرف ناجائز دولت کمانا اور اپنے اقتدار کو دوام دینا ہو۔ منافقت آج اونچ ٹریا پر ہے۔ صرف اشرافیہ نہیں، یہ خوفناک منافقت عام آدمی کی روح میں بھی مخلول ہو چکی ہے۔ کیا یہ اتفاق ہے کہ اگر انٹرنیٹ پر جا کر پوری دنیا کی سب سے کرپٹ سیاسی جماعت اور کرپٹ ترین حکمران تلاش کریں تو جواب میں پاکستان کا یہی سیاسی گروہ، جسے پارٹی نہیں کہا جا سکتا اور وہی خاندان جو ملک کو ضیاء الحق تھفہ میں دے گیا تھا، سامنے آتا ہے۔ یہ شرمناک حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں کرپٹ ترین سیاسی پارٹی اور سیاسی شخصیت دونوں ہمارے ملک کے جمہوری نظام کی پاسبان ہیں۔ نام نہیں لکھنا چاہتا۔ مگر سب "اہل صفحہ" جانتے ہیں کہ کن لوگوں کے متعلق گزارشات کر رہا ہوں۔

2018 کے ایکشن میں وقتی طور پر یہ شخصیات خاک چاٹنے پر مجبور ہوئی ہیں۔ کیونکہ عوام انکے سیاسی اور معاشی نعروں کے چنگل سے تھورا سا باہر نکل آئے ہیں۔ مگر پروپیگنڈا، میڈیا میں بھرپور پیسے کا استعمال اور پا اور بروکر زکوتو قع سے بڑھ کر فیس دینے کے سہارے، یہ زیادہ دری حکومت سے باہر نہیں رینگے۔ یہ افروڈ ہی نہیں کر سکتے کہ سرکاری طاقت کے بغیر سانس لے سکیں۔ کیونکہ سرکاری اختیارات انکی ناجائز دولت کوحد درجہ تحفظ دیتے ہیں۔ حکومت میں رہنا انکی ذاتی مجبوری ہے۔ مگر ظلم یہ ہے کہ اس پورے معاملے کو یہ گروہ یا شخصیات جمہوریت کا نام دیتی ہیں۔ ابھی سابقہ حکومت کو گئے ہوئے صرف اور صرف ایک ڈیرہ ماہ ہوا ہے۔ مگر معمولی سی پوچھ گچھنے انکے کس بل نکالنے شروع کر دیے ہیں۔ نیب مکمل احتیاط کر رہا ہے۔ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا ہے۔ ان سیاسی اکابرین کے سامنے دولت کمانے اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے ناقابل تردید ثبوت رکھ رہا ہے۔ انکے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ یہ لوگ بتاہی نہیں سکتے کہ دولت کہاں سے آئی ہے اور کیونکر آئی ہے۔ صرف ڈیرہ ماہ میں ان اکابرین کے گرفتار شدہ کارندے، انکے سامنے بیٹھ کر بیان دے رہے ہیں کہ تمام غلط کام انہی کے کہنے پر کیے ہیں۔ تین چار دن پہلے فواد اور محترم شہباز شریف کی باہمی تفتیش اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ اصلیت کیا ہے۔ جرم کہاں سرزد ہوئے ہیں۔ مگر اس سطحی تفتیش کو "جمہوریت دشمنی" کا نام دیا جا رہا ہے۔

سوچیے، اگر یہ لوگ چین میں ہوتے تو اب تک انکا کیا حشر ہو چکا ہوتا۔ اگر یہ سعودی عرب کے شہری ہوتے تو ناجائز دولت ان سے چھینی جا چکی ہوتی۔ یہ کنوں کھدوں میں چھپے، زندگی کی دعائیں مانگ رہے ہوتے۔ اگر یہ یوکے یا کسی مہذب ملک میں ہوتے تو تمام عمر کیلئے جیل انکا مقدر ہوتا۔ مگر انکی خوش قسمتی ہے کہ یہ پاکستان جیسے منتشر ملک میں ہیں۔ یہاں تھوڑی دری کیلئے گرم ہوا گکے، تو یہ سورچانا شروع کر دیتے ہیں کہ سیاسی انتقام لیا جا رہا ہے۔ خمنی انتخابات پر اثر انداز ہونے کی کوشش ہو رہی ہے۔ یہ نظرہ تو اب سن سن کر کان پک چکے ہیں، کہ جمہوریت کو شدید خدشات لاحق ہو چکے ہیں۔ گزارش ہے کہ اگر جمہوریت انکی خواہش کے مطابق چلنی ہے، تو ہمیں اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انکی خود ساختہ جمہوریت نے ملک کو مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔ اس وقت صرف اور صرف ایک کام ہونا چاہیے۔ تمام ادارے یکسوہر کران سیاسی قزاقوں سے لوٹی ہوئی قومی دولت واپس لیں۔ ہر جربہ استعمال کر کے انکے ناجائز اثاثہ جات کو ضبط کریں۔ سونے کے بنے ہوئے وہ بُت ہیں، جن سے سونا نکال لیا گیا تو انکے ڈراونے اصل چہروں کو دیکھ کر قوم ایک بارتذبذب کاشکار ہو جائیگی کہ یہ تھے ہمارے شفاف لیدر!

راوٰ منظر حیات